محمد یوسف لدھیانوی

حضرت شیخ، اکابر کی نظر میں

''شیخ آدم! آج کل تم پر جن علوم و معارف کا القا ہو رہا ہے ان کو سمجھنے والے بھی دنیا میں اب خال ہی خال لوگ ہیں۔''

''یہ سب حضرت کی نظرِ عنایت کا فیضان ہے۔''

''نہیں! بلکہ یہ تمہاری علو استعداد کا نتیجہ ہے۔''

''یہ بھی تو حضرت ہی کی نظر کیمیاء اثر کا کرشمہ ہے۔''

اپنے جد امجد شیخ آدم بنوری اور ان کے مرشد و مربی امام ربانی مجدد الف ثانی (قدس اللہ اسرارہم) کا یہ مکالمہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ غالباً ''تذکرۂ آدمیہ'' کے حوالے سے نقل کیا کرتے تھے۔

بلاشبہ کسی شخصیت کی بلندیٔ مرتبت میں اس کے ذاتی کمالات، فطری ملکات اور خاندانی اوصاف و مآثر کا بھی بہت بڑا دخل ہوتا ہے، جس کی طرف حدیث نبوی ''الناس معادن کمعادن الذهب و الفضة'' میں اشارہ ہے۔ ''یعنی انسانوں کی مختلف کانیں ہیں، جس طرح سونے چاندی کی کانیں ہوتی ہیں۔'' لیکن ان ساری چیزوں کے باوصف جب تک اہل کمال کی صحبت اور اربابِ قلوب کی ''نظر شفقت'' میسر نہ آئے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بقول عارف رومی:

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

دراصل اہل اللہ کی ''نظر'' ہی وہ کیمیا ہے جو خاک کو اکسیر بنا دیتی اور ثریٰ کو ثریا تک پہنچا دیتی ہے۔

آنانکہ بنظر خاک را کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمہ بما کنند

حضرت الشیخ الامام السید البنوری نور اللہ مرقدہ کو قدرت نے ذاتی اوصاف وکمالات اور فطری ملکات و خصوصیات سے بھی نوازا تھا اور بڑی فیاضی وفراوانی سے نوازا تھا۔ پھر آپ کو اکابر اولیاء اللہ کی صحبت ومعیت اور رفاقت وشفقت کی قابل رشک نعمت بھی میسر آئی، جس نے آپ کی شخصیت کو نکھارا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ بے کینہ کو مزید جلا بخشی اور آپ کے لقب صافی کو آئینہ جہاں نما بنا دیا۔ یہ آپ پر حق تعالیٰ کا بہت ہی بڑا انعام تھا کہ آپ نوعمری سے پیرانہ سالی تک اپنے دور کے آئمہ مشائخ کے محبوب ومحبّ رہے۔ خود فرماتے تھے کہ ''الحمد للہ! تمام اکابر مجھ سے خوش رہے اور کبھی کسی بزرگ کو رنجیدہ وکبیدہ نہیں کیا۔'' ذیل کی سطور میں چند اکابر سے آپ کے تعلق کا مختصر تذکرہ مقصود ہے۔

امام العصر مولانا محمد انور کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے سب سے بڑے شیخ تھے۔ استاذ وتلمیذ کے درمیان گل وبلبل کا رشتہ تھا، عشق ومحبت، عظمت وعقیدت اور فنائیت ومحویت کے الفاظ بھی اس بے رنگ وبے کیف تعلق کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی سے قاصر نظر آتے ہیں۔ حضرت صوفیاء کی اصطلاح میں ''نسبت اتحادی'' جسے کہتے ہیں شاید وہی آپ کو اپنے شیخ انور سے حاصل تھی۔ وہی خوبو، وہی طرز وانداز، وہی لب ولہجہ، وہی طور وطریق، وہی رنگ وروپ:

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اور اسی نسبت نے آپ کو ''جانشین انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ'' بنا دیا تھا۔ چونکہ اس تعلق کو اکثر حضرات نے ذکر کیا ہے اور ان سطور میں راقم بھی متفرق طور پر بعض چیزیں لکھ چکا ہے، اس لئے یہاں تبرکاً چند جزئیات پر اکتفا کروں گا۔

۱- حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خادم خاص اور سفر وحضر کا رفیق وحاشیہ نشین، جسے شیخ ''یوسف شاہ'' کہہ کر پکارتے تھے، خدمت شیخ کے سلسلہ میں ایسی دقیق نفسیات کی رعایت کرتا تھا کہ عقل حیران ہے۔ فرماتے تھے کہ ''بدن دبانا بھی ایک فن ہے، ہر شخص کو اس کا سلیقہ نہیں ہوتا۔ میں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کے لئے یہ فن باقاعدہ سیکھا تھا۔'' اور کبھی کبھی فرماتے تھے کہ ''الحمد للہ! میں نے اپنے سے بہتر خادم کسی کو نہیں دیکھا۔''

اسی سلسلہ میں یہ واقعہ بھی بیان فرماتے تھے کہ: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے انہیں دردِ سر کی شکایت شروع ہوئی، میں چہرۂ انور سے پہچان گیا، چپکے سے اٹھا اور سر دبانے لگا، مجھے ایک خاص رگ معلوم تھی جس کے دبانے سے اس درد کو افاقہ ہو جاتا تھا، حاضرین مجلس کو نہ درد کا احساس ہوا، نہ میرے اٹھنے کا

سبب معلوم ہوا۔ میں اکثر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ انور سے پہچان لیتا تھا کہ آپ کو فلاں چیز کی ضرورت ہے۔

۲- فرماتے تھے کہ: سفر کشمیر کے دوران جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر پر تھے تو میں آپ کے والد ماجد (مولانا معظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ) سے حضرت کے بچپن کے حالات کرید کرید کر معلوم کیا کرتا تھا، وہ میری عقیدت ومحبت سے بہت ہی متاثر تھے، دستر خوان پر طرح طرح کی چیزیں میرے لئے جمع کرتے تھے اور شفقت کی حد یہ کہ ننھے بچوں کی طرح لقمے بنا بنا کر میرے منہ میں ڈالتے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دلربا منظر کو کنکھیوں سے دیکھتے (یہاں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دیکھنے کے خاص انداز کی حکایت بھی فرماتے تھے) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد مجھ سے پوچھا کرتے تھے کہ ''انور شاہ کیسا عالم ہے؟'' اور جب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنی رائے ذکر کرتا (**لم تری العیون مثله ولم یرھو مثل نفسه**) تو والد ماجد فرماتے تھے کہ ''خیر عالم تو اور بھی ہوں گے، مگر مجھے تو انور شاہ کی نیکی و پارسائی کی وجہ سے ان سے محبت ہے۔'' اور کبھی فرماتے ''اس باپ کی مسرت کا اندازہ کون کرسکتا ہے جس کا بیٹا انور شاہ ہو''

۳- فرماتے تھے کہ: اہل علم حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کرتے کہ آیا کسی نے اس کو ذکر کیا ہے تو فرماتے کہ: حنفیہ نے تو کچھ نہیں لکھا، ہاں مالکیہ کچھ لکھ لیتے ہیں (کبھی مالکیہ کے بجائے شافعیہ کا اور کبھی حنابلہ کا ذکر ہوتا) اور کبھی فرماتے: کسی نے کچھ نہیں لکھا۔ میں نے چارہ کرلیا ہے۔ اور پھر ایسی تحقیق وتدقیق سے مسئلہ کی تشریح فرماتے کہ گویا بس اسی ایک مسئلہ پر ساری عمر تحقیق فرماتے رہے ہیں۔

۴- فرماتے تھے کہ: ایک بار حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے۔ کتاب ہاتھ میں تھی اور چہرے پر مسرت ایسی کہ گویا بڑا خزانہ ہاتھ لگا ہے۔ کہنے لگے: ''حضرت! آج ایک عجیب حوالہ ملا ہے۔ اسحاق بن راہویہ کے حالات میں لکھا ہے: ''**کان یروّج الا کاذیب فی ابی حنیفة**'' حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب یوں دیکھی (دیکھنے کا انداز بھی حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرمایا کرتے تھے) اور فرمایا:

''مولوی صاحب! امام اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں۔ اب اگر یہ عبارت اپنے ظاہر پر محمول ہو تو صحیح بخاری کی روایات کی حیثیت کیا ہوگی؟'' یہ سننا تھا کہ حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سے طوطے اڑ گئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی پریشانی دیکھی تو فرمایا:

''دراصل جس شخصیت سے آدمی کی عقیدت نہیں ہوتی' اس کے بارے میں روایات کی تحقیق وتفتیش نہیں کیا کرتا' یہی مطلب ہے اس عبارت کا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو باتیں ان کے سامنے نقل کی جاتی تھیں' وہ ان کی تحقیق وتفتیش نہیں فرماتے تھے کہ صحیح ہیں یا غلط؟ نہ ان پر کوئی تبصرہ فرماتے تھے' بلکہ ان کو چلتا کردیتے تھے، یہ مطلب نہیں کہ وہ ازخود جھوٹی روایت کرتے تھے۔''

۵۔ آخر میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آپ کا ایک خواب نقل کرتا ہوں' فرماتے تھے کہ: حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت ہوئی' سر جھکائے تشریف فرما ہیں' گرد وپیش کچھ برتن سے پڑے ہیں' میں نے سلام دعا کی بعد عرض کیا کہ ''آپ کی ان چیزوں کا وارث کوئی اور ہوگا' مگر آپ کے علوم وانفاس کا وارث میں ہوں۔'' میں جوش کے ساتھ بار بار اسی فقرے کو دہرا رہا تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نظریں اوپر نہیں اٹھاتے' آخر میں یہ فرمایا۔ ''میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔'' حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف کی جتنی اشاعت ہوئی' وہ سب کو معلوم ہے' اس لئے یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ آپ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی لسان تھے۔

حضرت مولانا محمد شفیع الدین نگینوی مہاجر مکی

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب ۱۳۵۷ھ میں (سفر مصر پر جاتے ہوئے) پہلی بار حرمین شریفین کی حاضری دی تو مکہ مکرمہ (زادھا اللہ شرفاً وکرامۃ) میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ رشید حضرت مولانا محمد شفیع اللہ نگینوی ثم مکی کے ہاتھ پر بیعت کی اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت نگینوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اس ناکارہ کو زیادہ معلوم نہیں، نہ یہی علم ہوسکا کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں کتنا عرصہ رہے۔ البتہ بیعت وخلافت کا واقعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے خود سنا تھا۔

یہاں اس لطیفہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ ''دیوبند'' کے مورث اعلیٰ دو بزرگ ہیں۔ ایک علم حدیث میں اور دوسرے طریقت وسلوک میں۔ چنانچہ علمائے دیوبند کا علمی رشتہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بلاواسطہ شاگرد رشید ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ثم مدنی کو ان سے بالواسطہ تلمذ اور بلاواسطہ اجازت حدیث حاصل ہے۔ ''دیوبند'' کا سلسلہ طریقت قطب العالم سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے پیوستہ ہے۔ دورِ اول اور دورِ دوم کے سارے اکابر دیوبند حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء ومسترشدین ہیں۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ زمانہ کے لحاظ سے تو اکابر دیوبند کے طبقہ چہارم میں آتے ہیں، لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ انہیں حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے صرف ایک واسطہ سے اجازت حدیث ملی ہے۔

عن المحدثة امة اللّٰہ بنت الشاہ عبدالغنی عن ابیھا

اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی صرف ایک واسطہ سے اجازت و خلافت طریقت حاصل ہے۔ (یعنی آپ کو حضرت نگینوی سے اور انہیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔ نیز آپ کو حضرت حکیم الامت تھانوی سے اور انہیں حضرت حاجی صاحب سے) حضرات محدثین کی اصطلاح کے مطابق ''علو اسناد'' کا یہ شرف اس زمانے کے بہت کم حضرات کو حاصل ہوگا۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ شیخ طریقت تھے، مگر آپ نے افادہ واصلاح کے لئے پیری مریدی کا طریق نہیں اپنایا، جب بھی کسی نے آپ سے بیعت کی درخواست کی، اسے دوسرے اکابر سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ خود بہت کم لوگوں کو بیعت فرمایا۔ آپ ایسا کیوں کرتے تھے؟ اپنے اپنے ذوق کے مطابق ہر شخص اس کی الگ توجیہ کرسکتا ہے۔ اس ناکارہ کے نزدیک تو وہی قصہ ہے جو کسی پہلے بزرگ نے فرمایا تھا:

''اگر من شیخی کردم در جہاں ہیچ مریدے نگذ اشتم، امامارا برائے کارے دیگر آفریدہ اند۔''

بہرحال حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ کا آپ کو نوعمری میں خلافت سے سرفراز کرنا آپ کے حق میں اکابر کی نظر شفقت کی بہت وقیع شہادت ہے۔

شیخ محمد زاہدی الکوثری

مصر میں جن اکابر علماء سے آپ نے استفادہ کیا، ان میں سب سے نمایاں شخصیت خلافت عثمانیہ کے نائب شیخ الاسلام شیخ محمد زاہد الکوثری کی تھی۔ جو امام العصر محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اپنے دور کے اعلم اھل الارض تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ایک برس تک ان سے استفادہ کیا اور انہیں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اکبر المشائخ سمجھتے تھے۔ شیخ کوثری کو بھی آپ سے بہت تعلق تھا۔ بحمد اللہ! اہم علمی مسائل پر دونوں کی خط وکتابت محفوظ ہے جو انشاء اللہ کسی وقت شائع ہوگی۔ شیخ کوثری رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۹۵۳ء میں انتقال ہوا، ان دنوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ ٹنڈوالہ یار میں شیخ التفسیر تھے۔ وہاں ایک تعزیتی جلسہ میں شیخ کوثری رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات بیان فرمائے۔ فبکیٰ وابکیٰ۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا سب سے پہلا تعارف غالباً

اس وقت ہوا' جب آپ نے ۱۳۵۳ھ میں مسائل قبلہ پر ایک رسالہ تالیف فرمایا اور اس کا ادیبانہ نام قبلة المجلی فی قبلة المصلی تجویز کیا۔ یہ رسالہ دیگر حضرات کے علاوہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی پیش کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: نام تو بہت اچھا ہے' مگر عام فہم نہیں اور پھر ''بغیة الاریب فی مسائل القبلة و المحاریب '' نام تجویز فرمایا۔ پھر آپ ۱۳۵۷ھ میں طباعت کتب کی غرض سے مصر تشریف لے گئے اور وہاں اپنے اکابر کے کمالات کا تذکرہ کیا تو شیخ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی اجازت حاصل کرنے کے لئے آپ کو وسیلہ بنایا۔ مصر سے واپسی پر آپ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے لئے عریضہ لکھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ضابطے کا جواب لکھ دیا کہ: کیوں آنا چاہتے ہو؟ کتنے دن کا قیام رہے گا؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس پر آپ نے حضرت حکیم الامت کو ایک طویل خط عربی میں لکھا۔ فرماتے تھے کہ: خط تو لکھ دیا مگر بعد میں خیال ہوا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے عتاب نامہ آئے گا۔ کیونکہ اول تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو عربی میں خط لکھا جاتا تو اس پر عتاب فرماتے تھے کہ اس کا منشا کبر ہے۔ اپنی علامیت کا اظہار مقصود ہے' دوسرے خط کافی لمبا تھا اور اس میں اشعار بھی تھے' اس پر بھی اندیشہ عتاب تھا' لیکن حضرت حکیم الامت کا کرامت نامہ بالکل خلاف توقع یہ آیا:

''بیا بیا فرود آ، کہ خانہ خانۂ تست۔ اور اگر تشریف آوری سے پہلے آنے کے دن اور وقت کی اطلاع کردی جائے تو احسان ہوگا۔''

چنانچہ حسب الارشاد وقت کی اطلاع کر کے تھانہ بھون پہنچا' اسٹیشن پر مولانا شبیر علی ایک اور رفیق کے ہمراہ موجود تھے' حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری ہوئی' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصی شفقتوں سے نوازا اور جب واپسی کے لئے مصافحہ کیا تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''بنوری کی وجہ تسمیہ؟'' عرض کیا ''ہمارے جد امجد شیخ آدم بنوریؒ کی طرف نسبت ہے۔'' فرمایا: ''اچھا! پھر تو آپ ہمارے مخدوم زادہ ہیں۔''

اس کے بعد تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا مستقل تعلق ان کی حیات طیبہ کے آخر تک رہا۔ ایک خط میں حضرت حکیم الامتؒ نے آپ کو تحریر فرمایا:

''منبع اخلاص ومحبت ومعدن اختصاص ومودّت۔ رقاہ اللہ لما یتمنی ویرضاہ۔

ایک اور گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

''خدا نہ کرے مرحوم اپنے کو محروم کیوں سمجھے۔''

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا آخری گرامی نامہ جو آپ کے کاغذات میں محفوظ ہے اور جس پر

آپ نے اپنے قلم سے تقریباً ۳۰ شوال ۱۳۶۱ھ لکھا ہے۔ اس میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مجاز صحبت ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ اس کا متن تبرکاً درج ذیل ہے:

''السلام علیکم!

حسبِ معمول قدیم اس وقت بھی بعض احباب کو میں نے اس خدمت کے لئے منتخب کیا ہے کہ وہ شائقانِ دین کو اپنے معمولات سے دینی نفع پہنچائیں اور ایسی جماعت کا لقب ''مجاز صحبت'' رکھا گیا ہے۔ میں نے آپ کو بھی توکلاً اس سلسلہ کے لئے تجویز کیا ہے' امید ہے کہ ایسے طالبین کی طرف توجہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔''

اشرف علی

مولانا سید اصغر حسین محدث دیوبندیؒ

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند کے اکابر اساتذہ میں تھے' حضرت بنوریؒ کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کی شفقت ومحبت کے بڑے دلچسپ واقعات سنایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ: ان سے تعارف کی تقریب یہ ہوئی کہ میں شروع شروع میں جب دیوبند گیا تو میں نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ''تھافۃ الفلاسفہ'' کا نام سنا (اس کے ساتھ اور کتاب غالباً ابن رشد کی ''تھافۃ التھافۃ'' کا بھی فرماتے تھے) مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند میں مدرس تھے اور ان کی کتابوں کی بھی دکان تھی۔ میں نے ان سے ان کتابوں کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ: موجود تو نہیں، بمبئی سے منگوادیں گے۔ میں نے پوچھا: کب تک آجائیں گی۔ انہوں نے بمبئی لکھ دیا۔ میں مقررہ تاریخ کو ان کے کتب خانہ میں پہنچا تو کتابیں آچکی تھیں۔ اتفاق سے مولانا سید اصغر حسینؒ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ کتابوں کا پیکٹ کھولا گیا تو میاں صاحب (مولانا اصغر حسینؒ) کچھ حیران سے ہوئے۔ مجھ سے فرمایا: ان کتابوں کو کون پڑھے گا؟ میں نے عرض کیا کہ: میں پڑھوں گا۔ فرمایا: تم سمجھ لوگے۔ عرض کیا: سمجھنے کے لئے تو منگوائی ہیں۔

یہ حضرت میاں صاحب سے پہلا تعارف تھا۔ حضرت بنوری کی شرافت ونجابت تو چہرہ چہرہ سے عیاں تھی۔ غالباً اکابر دیوبند کو یہ بھی معلوم تھا کہ آپ حضرت مخدوم شیخ آدم بنوری کی اولاد میں سے ہیں اور علمی اشتیاق ان کتابوں کے منگوانے سے ظاہر ہوا ہے۔ اس لئے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بہت ہی شفقت فرمانے لگے۔

حضرت فرماتے تھے کہ: ایک بار حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے حجرہ کے سامنے سے گذر

رہے تھے، میں جھپک کے آگے بڑھا اور عرض کیا: آئیے! چائے نوش فرمائیے۔'' حضرت میاں صاحب نے فرمایا: ''نہیں! نہیں! آپ تو مہمان ہیں۔ ہمارا حق ہے کہ آپ کو چائے پلائیں۔'' اب وہ انکار فرمارہے ہیں اور میں بے تکلفی سے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے حجرے کی طرف کھینچ رہا ہوں۔ تاہم میرے اصرار کے باوجود حضرت میاں صاحب تشریف نہیں لائے۔

دوسرے وقت حضرت میاں صاحب کا خادم یہ پیغام لے کر آیا کہ تم افغانی لوگ گوشت کی پہچان اچھی رکھتے ہو۔ اس خادم کو اچھا سا گوشت خرید کر دینا اور دوپہر کا کھانا ہمارے یہاں کھانا۔ میں نے گوشت خرید دیا اور دوپہر کو حضرت میاں صاحب کے مکان پر پہنچ گیا۔ ادھر ادھر دیکھا۔ کوئی مہمان نظر نہ آیا تو حضرت میاں صاحب سے دریافت کیا: مہمان کہاں ہیں؟ فرمایا: بس آپ ہی مہمان ہیں۔ بہرحال کھانا ہوا۔ اس کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: زندگی میں دو مرتبہ باوضو اپنے ہاتھ سے چاول پکائے ہیں۔ ایک مرتبہ حاجی (امداد اللہ مہاجر مکی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے اور دوسری مرتبہ آج آپ کے لئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دورۂ حدیث کا سال تھا کہ دیوبند میں اختلافات رونما ہوئے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء نے ڈابھیل کا قصد کیا۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: میں بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جانے کا عزم رکھتا تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ لگا تو انہوں نے مجھے بلایا اور بڑی شفقت سے فرمایا: تم نہ جاؤ۔ تمہیں میں حدیث پڑھاؤں گا، لیکن میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مرمٹ چکا تھا۔ میں نے ان سے بے تکلفی سے کہا۔

''کیا میں آپ سے حدیث پڑھنے دیوبند آیا ہوں؟ میں تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے آیا ہوں۔'' میاں صاحب میرے اس بے تکلف جواب سے بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا۔ ''اچھا، اچھا......''

فراغت کے بعد میں بھی حضرت میاں صاحب سے آپ کا خصوصی تعلق رہا۔ حضرت میاں صاحب کے متعدد گرامی نامے آپ کے کاغذات میں محفوظ ہیں۔ جب ''بغیة الاریب فی مسائل القبلة والمحاریب'' تالیف فرمائی تو اس پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تقریظ لکھی جو کتاب کے ساتھ چھپ چکی ہے اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصل تحریر بھی محفوظ ہے۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

دیوبند کے صدر مفتی عارف باللہ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ اکابر اولیاء اللہ میں تھے۔ آپ سے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جلالین شریف پڑھی تھی۔ فرماتے تھے کہ: جب حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

ہوا تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ہماری جماعت میں جو سب سے افضل عند اللہ تھے، چل بسے۔''

(حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لب و لہجہ میں یہ فقرہ سنایا کرتے تھے)۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ سے بھی آپ کو غایت درجہ اخلاص و ارادت تھی۔ حضرت مولانا محمد شفیع الدین نگینوی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا تھا کہ: ہندوستان میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنیؒ دونوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھنا۔ اس لئے آپ نے مصر سے واپسی پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں استفادہ کے لئے عریضہ لکھا۔ حضرت نے آپ کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا' اس پر آپ نے یکے بعد دیگرے دو عریضے پھر لکھے، اس کے جواب میں حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

''......میرا عرض کرنا صرف اس وجہ سے تھا کہ......حضرت تھانوی مد ظلہم کا عظیم الشان مرتبہ تصوف اور علوم میں معلوم ہے، ان کی موجودگی میں ہم جیسے ٹٹ پونجیوں کی طرف رجوع کرنا سخت غیر موزوں امر ہے۔ آپ جبکہ مولانا کی بارگاہ میں رسوخ رکھتے ہیں تو کیوں نہ وہاں سے ہی اعتراف فرمائیں۔ بہر حال اگر جناب کو مجھ نالائق اور ننگِ اسلاف کے ساتھ حسن ظن ہے۔ اگرچہ وہ غیر واقعی ہی ہے، میں اپنی استطاعت اور لنگڑی قابلیت کے ساتھ خدمت کے لئے حاضر ہوں۔'' (۳۰ شعبان ۱۳۵۹ھ)

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اکتساب فیض کرتے رہے اور آخر میں ان کی جانب سے ''مجاز صحبت' بھی ہوئے۔ مگر اوراد و اشغال اور معمولات حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات کے مطابق ہی بجالاتے رہے۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ ڈابھیل میں شیخ الحدیث تھے۔ معمول تھا کہ ڈابھیل کے سالانہ امتحانات سے جلدی فارغ ہو کر دیوبند آجاتے اور کئی کئی دن تک حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کا بہت اکرام کرتے۔ کبھی آپ درس بخاری کے دوران پہنچ جاتے تو اپنی مسند کے پاس بٹھاتے۔ تقسیم ملک کے بعد حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ ڈابھیل سے پاکستان تشریف لے آئے تو خط و کتابت کے ذریعہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کرتے رہے۔ جن دنوں آپ ٹنڈوالہ یار میں تھے،

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اجازت حدیث کے لئے خط لکھا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر تواضع کا بے حد غلبہ تھا۔ انہوں نے جواب نہ دیا، بلکہ خاموشی کے ذریعہ اس درخواست کو ٹال دینا چاہا۔ آپ نے دوبارہ لکھا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا:

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف!

والا نامہ مورخہ ۱۰ ربیع الاول (۱۳۷۰ھ) باعث سرفرازی ہوا۔ یاد آوری اور عزت افزائی کا شکر گزار ہوں۔ مندرجہ مضامین سے مطلع ہوا، جناب کا والا نامہ رمضان شریف میں بطلب اجازت وارد ہوا تھا، مگر چونکہ یہ حکم نامہ فی غیر موقعہ تھا (کیونکہ میں حقیقت میں ننگ اسلام اور بدنام کنندۂ نکونامے چند ہوں اور یہ کلمات تصنعاً نہیں ہیں، بلکہ واقعہ یہی ہے اور بفضلہ تعالیٰ آپ کو مرحومین ذوی الفضائل والکمالات العالیہ سے شرف لقاء وتلمذ حاصل ہے اور خود بھی جامع کمالات ہیں، اس لئے جواب نہ دینا صواب سمجھا۔ امید قوی تھی کہ آپ حقیقت پر غور فرما کر ایسی غلط طلب سے چشم پوشی فرمائیں گے اور جو کچھ عطایا خداوندی آپ کے پاس در جہائے عالیہ رکھنے والی ہیں، انہیں پر قناعت کریں گے، مگر آپ نے منھومان لایشبعان الحدیث پر عمل کیا اور اپنے حکم کے امتثال کا پھر مطالبہ فرمایا، اس لئے منسلکہ ورق پر جلدی میں کچھ لکھ دیا ہے۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف۔

میرے محترم! شہرت غیر واقعیہ سے دھوکا نہ کھانا چاہئے تھا۔ انما کبرنی موت الکبرأ۔ اگر وہ اکابر مرحومین زندہ ہوتے تو ہمارے جیسے پچوڑں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں، چہ جائیکہ یہ درجہ دیا جائے۔ یہ صرف آپ کا حسن ظن ہے، شاید یہی مجھ جیسے بے بضاعت بلکہ بد بضاعت کے لئے کفارۂ سیئات اور مخلصی کا ذریعہ بن جائے……"

(۱۸ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تلمذ تھا اور ہمیشہ ان کا نام نامی بڑے احترام وعقیدت سے لیتے تھے۔ "معارف السنن" اور دیگر تصنیفات میں انہیں "ہمارے شیخ محقق العصر" کے الفاظ سے یاد فرماتے ہیں۔ مصر تشریف لے گئے تو وہاں شیخ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت عثمانی

رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ''فتح الملھم'' کی دو جلدیں ہدیہ کیں اور حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا تفصیلی تذکرہ ان سے کیا۔ شیخ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بڑی پر مغز تقریظ لکھ کر دی اور حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو شکریہ کا خط بھی لکھا۔ جو انوار عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (صفحہ ۸۱۔۸۲۔۸۳) میں طبع ہو چکا ہے۔ حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے طالب علمی کے زمانے سے ہی آپ سے گہرا قلبی تعلق تھا۔ گزشتہ صفحات میں آپ حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمودہ ''سند اجازت'' پڑھ چکے ہیں۔ جس میں وہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''وھو فی ماری.... ولا ازکی علی اللّٰہ احداً..... صالح، راشد، مسترشد، مستقیم السیرۃ، جیدالفھم، ذومناسبۃ قویۃ بالعلوم، مستعد لتدریسھا......''

اوراس سے قبل تحریر فرماتے ہیں:

فجدّ واجتھد فی اکتساب علم السنۃ والقرآن، وبرع فیہ وفاق اقرانہ' ماشآء اللّٰہ.

چونکہ آپ نے مدت تک حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں کام کیا، اس لئے دونوں کے درمیان بڑا گہرا تعلق رہا اور حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے ایسا معاملہ فرماتے تھے جو ایک مخلص رفیق اور ہم عصر دوست سے کیا جاتا ہے۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ مصر کے طویل سفر سے واپس ہوئے' حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی واپسی کی اطلاع دی' اس کے جواب میں حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

''بخدمت برادرم محترم! دامت مکارمہم

بعد سلام مسنون!

آ نکہ محبت نامہ پہنچا، مسرور کیا، مع الخیر مراجعت وطن پر مبارکباد دیتا ہوں' مدت سے ملاقات کا شوق ہے۔ خیر یوسف مصر سے ہندوستان تو آیا، گجرات بھی انشاء اللہ پہنچ جائے گا' ہم کو آپ کی باتیں سننے کا اتنا ہی شوق ہے' جتنا آپ کو سنانے کا، مگر خدا جانے کب ہمارا نمبر آئے......''

ایک اور گرامی نامہ بھی تحریر فرماتے ہیں......

''...... مجھے جو قلبی تعلق آپ کے ساتھ ہے وہ خود آپ کو معلوم ہے، مجھے بہت سی علمی توقعات آپ کی ذات سے ہیں...... سنن ابی داؤد کے درس سے میری تمنا پوری ہوئی۔ میں مدت سے چاہتا تھا کہ اس درجہ کا کوئی سبق آپ کے ہاں ہو۔ الحمد للہ آپ کا درس مقبول ہے۔'' (۱۳ ذوالحجہ، ۱۳۵۸ھ)

ایک اور خط میں ۱۲ ذوالقعدہ ۱۳۶۱ھ کو دیوبند سے لکھتے ہیں:

''بے شک آپ کے کئی خطوط مجھے ملے، جواب میں حسب عادت تاخیر ہوئی۔ دارالعلوم کے معاملات

اور اکثر امراض کا تسلسل مانع ہوا۔ آپ برا نہ مانیں۔ آپ کی محبت قلب میں جاگزیں ہے، اور ایسے دوستوں کا تعلق مایۂ فخر سمجھتا ہوں......''

ان چند اقتباسات سے دونوں حضرات کے قلبی تعلق اور باہمی الفت و محبت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

حضرت عثمانیؒ مدت تک ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' رہے۔ لیکن آخر میں مصروفیات وعوارض کی بناء پر ڈابھیل کے بجائے مستقل طور پر دیوبند میں قیام رہا اور تقسیم کے بعد پاکستان میں تشریف لے آئے۔ آپ کے بعد ڈابھیل میں آپ کے جانشین بھی حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ چنانچہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ''الحمد للہ کہ مجھے اپنے دونوں مشائخ (حضرت شاہ صاحب اور حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ) کی جانشینی کی سعادت نصیب ہوئی۔''

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو پاکستان بلوانے کے محرک بھی حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو پاکستان کے نائب سفیر کی حیثیت سے عرب ممالک میں بھجوانا چاہتے تھے، مگر آپ اپنے مخصوص مزاج کی بناء پر کسی سرکاری عہدے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اس لئے عذر کردیا۔

حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا سیاسی اختلاف شہرۂ آفاق ہے، جس کی شدت نے:

''چوں گل بسیار شد پیلاں بلغزند''

کا سماں پیدا کردیا تھا۔ سوءِ ظن تو معمولی بات تھی، بہت سے لوگوں نے سوءِ ادب کے مرتکب ہوکر اپنی عاقبت برباد کی، لیکن یہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی سعادت، سلامتی فطرت اور عالی ظرفی تھی کہ اس طوفان میں بھی ان کے پائے استقامت کو لغزش نہیں آئی۔ وہ ایک طرف شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق و محبّ رہے اور دوسری طرف حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب و مقرب...... و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو شاہ جی سے بھی بے حد اخلاص و عقیدت کا تعلق تھا۔ انجمن خدام الدین کے جس اجلاس میں شاہ جی کو امیر شریعت کا خطاب عطا کیا گیا اور ان کے ہاتھ پر علماء نے بیعت کی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس اجلاس میں شریک تھے۔ فرماتے تھے کہ: چوتھے نمبر پر بیعت کرنے والا میں تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ امیر شریعت کے بہت سے لطائف سنایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ سرحد میں ایک جلسہ تھا، جس کے سامعین بیشتر ہندو، سکھ تھے...... حضرت امیر شریعت نے تقریر فرمائی۔ غیر مسلموں سے فرمایا کہ: جس ذات کو تم اپنی زبان میں پرمیشر۔ گرو وغیرہ کہتے ہو اسی کو ہم اللہ کہتے ہیں۔ بتاؤ! اس ذات سے کوئی بڑا ہوسکتا ہے؟ سب کا جواب تھا کہ

وہی سب سے بڑا ہے۔ فرمایا: ”اللہ اکبر“ کے یہی معنی ہیں۔ سب نے ”اللہ اکبر“ کے نعرے لگائے۔ اس کے بعد توحید پر اڑھائی گھنٹے تقریر فرمائی۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس جلسہ میں موجود تھے۔ وہ شاہ جی کی تقریر میں زار و قطار رو رہے تھے۔ تقریر ختم ہوئی تو حضرت عثمانیؒ نے فرمایا: آج عطاء اللہ نے تبلیغ کا حق ادا کردیا۔

ایک بار حضرت رحمۃ اللہ علیہ ملتان تشریف لے گئے، حضرت امیر شریعت علیل تھے، عیادت کے لئے ان کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ دستک دی۔ حضرت امیر شریعت خود باہر تشریف لائے۔ آپ سامنے کھڑے ہیں، مگر شاہ جی پوچھتے ہیں: کون؟ آپ نے سمجھا کہ شاید علالت کی وجہ سے پہچان میں فرق آگیا۔ اس لئے عرض کیا ”محمد یوسف بنوری۔“ شاہ صاحب نے پھر پوچھا کون؟ آپ سمجھے کہ شاید مرض کی وجہ سے سماعت میں بھی فرق آگیا ہے۔ اس لئے ذرا بلند آواز سے کہا ”محمد یوسف بنوری۔“ فرمایا: نہیں، نہیں! بلکہ انور شاہ۔ یہ کہہ کر آپ سے لپٹ گئے۔

ایک بار راقم الحروف نے منشی عبدالرحمٰن خان چھلیک (ملتان) کی کتاب ”کردار قائداعظم“ سے حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی اس تقریر کا جو اردو پارک دہلی میں ۲۶ اپریل ۱۹۴۶ء کو پانچ لاکھ کے اجتماع میں کی تھی اور جس میں پاکستان کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ ایک اقتباس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھ کر سنایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سن کر آبدیدہ ہوگئے۔ اور فرمایا ”قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔“

حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ قادریہ کے بلند پایہ شیخ اور حضرت مولانا تاج محمود امروٹی کے خلیفہ و جانشین تھے، پاکستان تشریف لانے کے بعد حضرت بنوریؒ کو ان سے بھی ارادت و عقیدت کا غیر معمولی تعلق رہا۔ متعدد مرتبہ ”ہالے جی“ تشریف لے گئے اور حضرت ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و انفاس سے مستفید ہوتے رہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے کچھ افادات بھی (عربی میں) قلمبند فرمائے تھے۔ جو ماہنامہ ”بینات“ (شعبان و رمضان ۱۳۹۰ھ) میں اس ناکارہ کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوچکے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی ایک مختصر سی تمید بھی تحریر فرمائی تھی جو قابل دید ہے۔

حضرت مولانا حماد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لغات القرآن بھی مرتب فرمائی جو ۱۳۹۳ھ میں مولانا محمد امین اللہ (مہتمم مدرسہ مدینۃ العلوم حمادیہ۔ پنو عاقل) کے اہتمام سے طبع ہوئی۔ حضرت نے اس کی طباعت میں خصوصی اعانت فرمائی۔ اس کا نام ”الیاقوت والمرجان فی شرح لغات القرآن“ خود تجویز فرمایا اور اس

پر ''سلک العقیان لنظم الیاقوت والمرجان'' کے عنوان سے ایک وقیع مقدمہ رقم فرمایا۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

''کان رحمہ اللّٰہ عالما، عابداً، زاھداً، حلیماً، وقوراً، ابعدالناس عن الریاء، وازھد خلق اللّٰہ فیمن رأیتہ، من اھل الفضل والصلاح، واحلم خلق اللّٰہ فی اھل البیعۃ والارشاد، وکان ذا کشف صحیح و صریح......'' الخ

حضرت مولانا سید عزیز گل مدظلہ العالی (سخاکوٹ)

حضرت مولانا سید عزیز گل مدظلہ العالی سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق متعدد وجوہ سے تھا:

اولاً: آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ الشیخ حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے خادم خاص راز دار، رفیق اسارت اور محبوب عزیز ہیں اور آج روئے زمین پر کوئی شخص اس شرف وفضیلت میں اس کا ہمسر نہیں۔

ثانیاً: آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ، حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمہ اللہ کے بھی رفیق و ہمدم ہیں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے جو تعلق تھا اور آپ نے اسارت مالٹا کے زمانہ میں حضرت شیخ الہند کی جس طرح خدمت کی ہے' وہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے' وہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خودنوشت ''نقش حیات'' اور ''اسیر مالٹا'' سے واضح ہے۔

ثالثاً: آپ حضرت مولانا سید عبدالحق نافع رحمہ اللہ کے برادر اکبر ہیں اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا جو تعلق مولانا نافع رحمۃ اللہ علیہ سے تھا' وہ خود حضرت کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

''مرحوم سے میرا تعلق تقریباً نصف صدی رہا۔ تحابب وتوادد کی اس منزل پر ہم پہنچے جس کی نظیر کم ملے گی۔ میں نے اپنے معاصرین اور حلقۂ احباب اور اساتذہ میں (باستثناء بعض حضرات) ذکاوت طبع، دقت نظر، حسن ذوق، جامعیت مزاج میں ان کی نظیر نہیں دیکھی، میرے والد محترم حضرت مولانا سید محمد زکریا صاحب مدظلہم و دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ مشکل سے مشکل مسائل کو آسان اور سادہ تعبیر میں حل کرنے والا عالم ان جیسا نہیں دیکھا۔'' (بصائر وعبر، محرم الحرام ۱۳۹۴ھ)

ان تین وجوہ کے علاوہ حضرت مولانا عزیز گل مدظلہ کی ذاتی سیادت وشہامت بھی وجہ کشش تھی' جس کی بناء پر وہ حضرت شیخ الہند سے آج تک ہمارے اکابر کی آنکھ کا تارا رہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ آپ کا بہت اکرام فرماتے تھے اور آپ کو اپنے اکابر کی صف اول میں شمار کرتے تھے۔ چند سال قبل جب آپ حضرت کے اصرار پر

نیوٹاؤن تشریف لائے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر مسرت وانبساط کی ایسی کیفیت طاری تھی کہ نہ اس سے پہلے کبھی دیکھی، نہ بعد میں۔

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مدظلہ

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص اور جانشین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، سہارنپوری ثم مدنی سے بھی حضرت کو بڑی عقیدت تھی اور انہیں اپنے تمام اکابر کا پھول سمجھتے تھے۔ آخری چند سالوں میں تو یہ تعلق تو عارف رومی کے اس شعر کا مصداق تھا:

خود قوی تر می شود خمر کہن
خاصہ آن خمرے کہ باشد من لدن

حضرت شیخ مدظلہ کے بارے میں بہت بلند وبالا الفاظ فرماتے تھے۔ کبھی "ریحانۃ العصر"، کبھی "برکۃ العصر" اور کبھی "زینۃ ہذہ الاھور"...... حضرت شیخ مدظلہ العالی کی متعدد تصنیفات پر گرانقدر مقدمے تحریر فرمائے جن میں حضرت شیخ مدظلہ کا مقام بھی کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً بیان فرمایا۔ سب سے مختصر مگر جامع الفاظ "الاستاذ المودودی وشیئ من حیاتہ وافکارہ" کے ابتدائیہ کے ہیں:

"فتنبہ لمثل ھذہ الدعاوی العریضۃ افذاذ من الاکابر...... فمن ھؤلاء الاکابر حضرت المحدث برکۃ العصر الشیخ محمد زکریا کاندھلوی الصدیقی، صاحب العکوف علی خدمۃ العلم تدریساً و تالیفاً."

حضرت شیخ مدظلہ کو بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عجیب موانست والفت تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے چند روز بعد نیوٹاؤن آپ کے مزار مبارک پر تشریف لائے۔ وہ رقت انگیز منظر کبھی نہ بھولے گا۔ دیر تک قبر مبارک پر اشک محبت کے موتی نثار کرتے اور ایصال ثواب ودعائے ترقی درجات فرماتے رہے۔ اندر سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی روح طیبہ بھی گویا پکار رہی تھی:

کشتۂ کہ عشق وارد نہ گذاردت بدینسان
بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

اور جب کراچی سے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو چند دن بعد خدام کے نام عتاب نامہ آیا کہ اگر حضرت مرحوم زندہ ہوتے تو اب تک ان کے کئی خط آگئے ہوتے، تم لوگوں نے اب تک کوئی خط نہیں لکھا...... سبحان اللہ! اس الفت وعنایت کا آج کے کسی پیمانے سے وزن کیا جاسکتا ہے؟

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ پر بینات کا خاص نمبر نکالنے کا ارادہ ہوا تو ڈرتے ڈرتے حضرت شیخ مدظلہ کی خدمت میں بھی عریضہ لکھا کہ بطور تبرک چند کلمات تحریر کروا دیئے جائیں۔ جواب ملا:

''......بعد سلام مسنون گرامی نامہ پہنچا۔ مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار میں ''بینات'' کا خاص نمبر شائع کرنے کی تو میری بھی درخواست ہے اور دعا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کی شفقتیں اخیر میں اتنی بڑھ گئی تھیں کہ وہ بار بار آ کر بہت ستاتی ہیں، مگر اس ناکارہ کو اس قسم کے مضامین لکھنے کی کبھی عادت نہیں۔ یہ کوئی تصنع یا تواضع نہیں...... حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر بھی دوستوں کا بہت اصرار رہا کہ ''الجمعیۃ'' کے خصوصی نمبر کے لئے لکھوں۔ نیز حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور چچا جان اور عزیز یوسف (حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی ثم دہلوی، امیر تبلیغ) مرحوم کے وصالوں پر تقاضے ہوتے رہے، مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا لکھوں...... اس لئے اس حکم کی تعمیل سے معذور ہوں اور دعا سے بالکل دریغ نہیں اور درخواست ہے کہ ضرور یہ خاص نمبر شائع کریں۔ آپ نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بینات کے اداریئے الگ جمع کرنے شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور امت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔''

اس کے بعد حضرت شیخ مدظلہ کے کرامت نامے مسلسل ہوئے۔ یہ سب حضرت مرحوم سے حضرت شیخ مدظلہ کی محبت و شفقت ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے طفیلیوں کو بھی نصیب ہو رہی ہے۔

قیام کراچی کے بعد حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم پاکستان) سے اتحاد و یگانگت کا جو تعلق رہا وہ سب کو معلوم ہے۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالہادی دین پوری مدظلہ اور دیگر اکابر سے بھی عقیدت مندانہ تعلق رہا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی کا خلاصہ صرف ایک فقرے میں سمیٹا جا سکتا ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے دور کے ائمہ کبار کے دامن سے وابستہ رہے اور ان کی نظر عنایت کا سایہ آپ کے سر پر سایہ فگن رہا۔ اللہ تعالیٰ حضرت اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اکابر کے درجات بلند فرمائے اور ہم ناکاروں کو بھی ان کی جوتیوں کے صدقے اپنی رحمت و رضا نصیب فرمائے، آمین۔

﴿فاولئک مع الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبین والصدیقین والشہدآء والصالحین وحسن اولئک رفیقاً﴾